امیر محترم کے ایک جامع خطاب

سلفی شناخت اور اس کا تحفظ

کا خلاصہ اور پیغام

از

فضیلۃ الشیخ **عبدالسلام سلفی** حفظہ اللہ

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

بتاریخ: ۱۰؍ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ، ۳؍اکتوبر ۲۰۲۵ء

بمقام: جامع مسجد اہل حدیث، ملت نگر، چپلون

اهتمام

الطاف الرحمن ابوالکلام سلفی

مراجعہ

ابوالمیزان

صوبائی جمعیت أہل حدیث ممبئی

بسم الله الرحمن الرحيم

امیر محترم کے ایک جامع خطاب

سلفی شناخت اور اس کا تحفظ

کا خلاصہ اور پیغام

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر، فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے ۳/اکتوبر ۲۰۲۵ء کو جامع مسجد اہل حدیث، ملت نگر، چیپلون میں نمازِ مغرب کے بعد ”متنوع معاشرے میں سلفی شناخت کا تحفظ“ کے عنوان پر ایک انتہائی اہم اور فکر انگیز خطاب فرمایا۔ اس خطاب کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں وہ بڑا متنوع ہے۔ یہاں مختلف تہذیبیں، مذاہب اور نظریات ہیں۔ ایسے میں اپنی دینی شناخت کو قائم رکھنا کتنا ضروری ہے اور اس میں کیا مشکلات اور آزمائشیں پیش آسکتی ہیں؟ شیخ نے اپنے خطاب کا نچوڑ اس ایک جملے میں بیان کیا: ”اللہ نے اس متنوع معاشرے کو ہمیں آزمانے کے لیے بنایا ہے کہ کون حق پر ثابت قدم رہتا ہے؟“ یہ جو ہمارے ارد گرد ثقافتوں اور عقائد کی اتنی رنگا رنگی ہے، یہ کوئی اتفاق نہیں، بلکہ یہ ایک الٰہی امتحان ہے۔ ایک ایسی آزمائش جو یہ پرکھنے کے لیے ہے کہ کون اس شور میں حق کی آواز کو پہچانتا ہے اور کون دنیاوی فائدوں

کے لیے سمجھوتا کر لیتا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ صرف اس کے نکات کا خلاصہ نہ کیا جائے، بلکہ گہرائی میں جا کر یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ہماری زندگی سے اس کا کیا تعلق بنتا ہے، ہم اس سے کیا سبق سیکھ سکتے ہیں اور کیا رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

معاشرتی تنوع ایک اِلٰہی آزمائش ہے:

امیر محترم حفظہ اللہ نے خطاب کے آغاز میں اس بات پر زور دیا کہ معاشرتی تنوع کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش اور امتحان ہے۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾ [هود:۱۱۸]

اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، مگر وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اختلاف وتنوع اللہ عزوجل کی حکمت کا حصہ ہے اور اس کا ایک مقصد ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے کہ کون حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور کون ماحول کے دباؤ یا دنیاوی فوائد کے چکر میں حق سے ہٹ جاتا ہے یا اس میں ملاوٹ کر دیتا ہے۔

اللہ عزوجل سورۃ الفرقان میں فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا﴾ [الفرقان:۲۱]

اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

یہاں فتنہ کا مطلب آزمائش ہی ہے۔ یعنی یہ مختلف لوگ، مختلف نظریات اور مختلف طرزِ زندگی سب ایک دوسرے کے لیے آزمائش ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا تم صبر کرتے ہو؟ کیا حق پر جمے رہتے ہو؟ یہ ایک گہری حقیقت ہے کہ معاشرے کا متنوع ہونا ہمارے لیے ایک چیلنج بھی ہے اور ایک موقع بھی، یہ دیکھنے کا کہ ہم اپنے ایمان میں کتنے سچے ہیں۔

یاد رکھیں: یہ آزمائش تنہائی میں نہیں ہے، اللہ عزوجل ہر لمحہ دیکھ رہا ہے۔ ہمارا ہر فیصلہ، خاص طور پر جب ہمیں حق اور دنیاوی مفاد میں سے کسی ایک کو چننا ہو، اس کی نظر میں ہے۔ تمھیں آزمائش میں رکھا گیا ہے کہ کیا تم صبر کرتے ہو اور حق پر قائم رہتے ہو؟ اور تمھارا رب دیکھ رہا ہے۔

شناخت چھپانا: مداہنت اور ضمیر فروشی کا مظہر:

امیر محترم نے اس تشویش کا اظہار بھی کیا جو آج کل نظر آتی ہے کہ لوگ، بالخصوص وہ جو ایسی جگہوں پر ہیں جہاں انھیں مکمل مذہبی آزادی ہے اور قانونی طور پر کوئی رکاوٹ نہیں، وہ بھی کبھی کبھی اپنی اسلامی شناخت کو ظاہر کرنے سے ہچکچاتے ہیں یا اسے کمزور کر

دیتے ہیں۔ یہ واقعی ایک فکر کی بات ہے۔ اکثر لوگ دنیاوی مصلحتوں کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، مثلاً:

کاروباری و پیشہ ورانہ مفادات: کہیں کیریئر کی ترقی نہ رک جائے یا کاروبار کا نقصان نہ ہو جائے۔

سماجی و خاندانی تعلقات: کہیں دوستیاں یا رشتے خراب نہ ہو جائیں۔

سیاسی مصلحتیں: کسی سیاسی حلقے میں اپنی قبولیت برقرار رکھنے کی خواہش۔

دیگر مقاصد: مال، عزت، شہرت یا دیگر دنیاوی مقاصد کا حصول۔

ان مصلحتوں کے پیچھے وہ اپنی اصل پہچان، اپنا امتیاز جو اسلام نے دیا ہے، اسے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ شیخ نے اس پر بہت سخت الفاظ استعمال کیے تھے۔ مفہوم یہ تھا کہ اگر کوئی مفادات اور مصلحتوں کی وجہ سے اپنی پہچان چھپاتا ہے تو وہ گویا اللہ کے اس آزمائش والے نظام میں خود کو فیل کر رہا ہے۔ یہ امتحان میں ناکامی ہے۔

جائز مصلحت اور ناجائز مداہنت میں فرق:

یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا ہر طرح کی مصلحت غلط ہے یا اس میں کوئی فرق ہے؟

اسلام حکمت کا دین ہے۔ کچھ موقعوں پر جائز مصلحت ہوتی ہے، لیکن اس کی ایک حد ہے۔

حد یہ ہے کہ کوئی مصلحت دین کے بنیادی اصولوں، عقیدے، یا واضح حکموں کے خلاف نہ جائے۔

شیخ جس چیز پر تنقید کر رہے تھے وہ دراصل مداہنت ہے۔

مداہنت کا معنیٰ:

مداہنت کا مطلب ہے کہ آپ حق بات جانتے ہیں، لیکن دنیاوی فائدے کے لیے یا کسی نقصان کے ڈر سے اسے چھپاتے ہیں، یا اس میں ردو بدل کرتے ہیں، یا باطل سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس سے قرآن وسنت نے بہت سختی سے روکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ [القلم:9]

وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلے پڑیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

یعنی کافر چاہتے ہیں کہ آپ دین کے معاملے میں تھوڑا سمجھوتہ کریں تاکہ وہ بھی کر لیں۔ یہ مداہنت دین میں حرام ہے۔ اپنی دینی شناخت جو حق ہے، اسے چھپانا یا اس پر شرمندہ ہونا یہ مداہنت ہے، اور یہ اس صبر کے خلاف ہے جس کا اللہ عز وجل نے مطالبہ کیا ہے۔ یعنی جائز مصلحت اور ناجائز مداہنت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اپنی بنیادی دینی شناخت پر قائم رہنا یہ مداہنت نہیں، یہ تو استقامت ہے، حق پر جمے رہنا۔ اور یہ صرف دل کی بات نہیں، جہاں ضرورت ہو اسے ظاہر کرنا بھی ہے، خاص طور پر ایسے ماحول میں جہاں آپ کی شناخت ہی آپ کو باطل سے الگ کرتی ہے۔

اسلاف کا طریقہ: حق و باطل میں واضح امتیاز:

اسی حوالے سے شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ نے ماضی کا بھی ذکر کیا تھا۔ انھوں نے سلف صالحین کا، یعنی پہلے کے نیک مسلمانوں کا حوالہ دیا اور ایک موازنہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج سے ۱۰۰-۱۵۰ سال پہلے کے لوگ، ان کے پاس وسائل بھی کم تھے اور تعداد بھی کم تھی، لیکن وہ حق اور باطل کے معاملے میں زیادہ واضح تھے، زیادہ دو ٹوک تھے۔

شیخ کے الفاظ تھے:

لوگ کھلے عام حق پر اور باطل کے خلاف محاذ پر رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لڑتے جھگڑتے تھے، بلکہ اس کا مطلب اصولی وضاحت تھا۔ وہ توحید کو توحید اور شرک کو شرک سمجھتے تھے اور کہتے بھی تھے۔ سنت کو سنت اور بدعت کو بدعت۔ ان کے نزدیک حق اور باطل کے بیچ کوئی دھندلا پن نہیں تھا۔ اگر حق باطل میں مل جائے تو پھر آزمائش کا مقصد کیا رہا؟

اسلاف کا یہ طریقہ ہمیں سکھاتا ہے کہ حق پر یقین رکھنا اور اسے صاف صاف بیان کرنا ہی اصل کامیابی ہے۔

اغیار کی تقلید سے ممانعت "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" کی روشنی میں:

اپنی پہچان کو قائم رکھنے کے لیے شیخ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک بہت اہم حدیث بھی سنائی جس نے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ [سنن أبي داود: ۴۰۳۱، صححہ الألبانی]

"تشابہ" کا مطلب ہے مشابہت اختیار کرنا، کسی دوسرے گروہ کے طور طریقے اپنانا۔

حدیث کا صاف پیغام یہ ہے کہ مسلمان اپنی شناخت، اپنے عقائد، عبادات، اپنے خاص شعائر میں غیر مسلموں یا گمراہ فرقوں کی طرح بننے سے بچیں۔

اس میں کیا حرج ہے؟

حرج یہ ہے کہ یہ مشابہت صرف باہر تک نہیں رہتی۔ آہستہ آہستہ یہ دل و دماغ پر اثر کرتی ہے، سوچ بدلتی ہے، عقیدہ کمزور ہوتا ہے۔ حق اور باطل کے درمیان کی لکیر مٹ جاتی ہے۔

حدیث کا جو آخری حصہ ہے:

"فَهُوَ مِنْهُمْ"

وہ انہی میں سے ہے۔

یہ بہت سخت وعید ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی جان بوجھ کر، پسند کر کے ان کی نقل کرتا ہے جن کے طریقے اللہ عزوجل کو ناپسند ہیں، تو اس کا انجام آخرت میں بھی انہی کے ساتھ ہو

سکتا ہے۔

کیا اس کا مطلب ہے کہ ہم غیر مسلموں سے کچھ سیکھ ہی نہیں سکتے؟

تشبہ سے منع کرنے کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے۔ دین نے جن چیزوں سے روکا ہے وہ خاص طور پر عقیدے، عبادات، مذہبی رسمیں اور وہ ثقافتی چیزیں ہیں جو دوسروں کی مذہبی پہچان ہیں اور اسلام سے ٹکراتی ہیں۔ باقی جہاں تک دنیاوی علم، ہنر، ٹیکنالوجی، اچھے انتظام کے طریقے ہیں یا کوئی بھی اچھی عادت جو اسلام کے خلاف نہیں، وہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

منع کیا گیا ہے ان کی نقالی سے جو ان کی مذہبی یا قومی پہچان ہے اور ہماری اپنی دینی پہچان کو دھندلا کرتی ہے۔ شیخ کا زور اسی پر تھا کہ اپنی دینی پہچان قائم رکھو، اسے کسی احساسِ کمتری یا لالچ میں قربان نہ کرو۔

اہل السنۃ والجماعۃ اور اہل حدیث کی نسبت ایک انعام اور شرف ہے:

شیخ نے اہل السنۃ والجماعۃ اور خاص طور پر اہل حدیث نسبت کا بھی ذکر کیا تھا اور انھوں نے اس نسبت کو، یعنی اہل السنۃ والجماعۃ یا اہل حدیث کہلانے کو اللہ عزوجل کا بہت بڑا فضل اور انعام کہا۔ انھوں نے واضح کیا کہ یہ نسبت کسی ایک شخص یا گروہ کی طرف نہیں ہے۔ یہ براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقیدے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کی طرف نسبت ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو ہمیں سکھاتا ہے کہ قرآن وسنت

کو سب سے پہلے رکھنا ہے اور لوگوں کی اندھی تقلید سے بچنا ہے۔

شیخ نے کہا تھا مفہوماً کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقیدے پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے والے لوگ ہیں۔ یہ نسبت اسی طریقے سے جڑنے کا اعلان ہے۔

اس نسبت کو ظاہر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

شیخ نے کہا کہ یہ شناخت، یعنی ہمارا نام "اہل الحدیث"، ہمارا عقیدہ، ہمارا منہج (قرآن و سنت کو سلف کی سمجھ کے مطابق سمجھنا) اور علم حاصل کرنے کا طریقہ، یہ سب مل کر ہمارا شعار بنتا ہے۔ شعار یعنی امتیازی نشان، پہچان۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں طرح طرح کے تقلیدی نظام ہیں، صوفی سلسلے ہیں، دوسرے افکار ہیں، وہاں اپنے آپ کو اس صحیح منہج سے واضح طور پر جوڑنا یہ خود ایک دعوت بھی ہے اور اپنی حفاظت بھی۔ یہ اس متنوع معاشرے میں ضم ہونے کے خلاف ایک ڈھال ہے۔

یہ اس آزمائش میں صبر کا عملی ثبوت ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے:
﴿أَتَصۡبِرُونَ﴾ "کیا تم صبر کرتے ہو؟" کیا تم اپنے اس صحیح منہج اور شناخت پر صبر کرتے ہو؟ اسے تھامے رکھتے ہو؟ اسے بتانے میں جھجکتے تو نہیں؟ یہ گویا اس سوال کا جواب ہے۔

شناخت چھپانی نہیں بلکہ حکمت سے بیان کرنی ہے۔ یہ شناخت اس آزمائش میں

کامیابی کی دلیل ہے۔ اللہ عزوجل نے نفع نقصان تو لکھ دیا ہے۔کسی کے ڈر سے حق چھپانا یا اپنی پہچان مٹانا یہ توکل کے بھی خلاف ہے۔حق تو پورے اعتماد سے پیش کرنے والی چیز ہے اور اہل حدیث نسبت اسی حق کی طرف نسبت ہے۔

صبر واستقامت، کامیابی کی کلید:

اس راستے پر چلنے اور آزمائش میں کامیاب ہونے کے لیے آخری اور سب سے اہم چیز صبر ہے۔

مشکلات برداشت کرنا، دنیاوی رجحانات کا مقابلہ کرنا اور حق کے راستے پر ثابت قدم رہنا۔

یہاں صبر کا مطلب صرف چپ چاپ انتظار کرنا نہیں، بلکہ یہ ایک فعال قوت ہے۔ اس کا مطلب ہے حق کی خاطر مشکلیں جھیلنا، غلط رجحانات کا مقابلہ کرنا اور اپنے راستے پر ڈٹے رہنا۔ اپنی شناخت کی خاطر مشکلات اور ممکنہ نقصانات کو برداشت کرنا اس الٰہی آزمائش کا بنیادی حصہ ہے۔

خلاصہ کلام اور اہم پیغام:

شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کے اس پورے خطاب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جہاں بھی رہیں، معاشرہ جیسا بھی ہو، ہمیں اپنی اسلامی شناخت پر فخر ہونا چاہیے اور اسے مضبوطی سے پکڑنا چاہیے۔صرف نام کی حد تک نہیں، بلکہ علم و بصیرت اور پکے یقین پر یہ شناخت مبنی

ہونی چاہیے۔ ہمیں ہر طرح کے سماجی دباؤ اور دنیاوی مصلحتوں کے سامنے اپنے دین، عقیدے اور منہج پر ثابت قدم رہنا ہے اور یہ سمجھنا ہے کہ یہ ایک آزمائش ہے۔

ہاں، یہ اللہ عز وجل کی طرف سے آزمائش ہے اور اس میں کامیابی صبر، استقامت اور اپنی واضح دینی و منہجی شناخت کو قائم رکھنے سے ملے گی۔ اور ظاہر ہے، اس کے لیے اللہ عز وجل کی مدد چاہیے۔

مرکزی خیال:

متنوع معاشرے میں اپنی دینی شناخت اور اپنے اصولوں پر قائم رہنا ایک اہم ذمہ داری بھی ہے اور اللہ عز وجل کی طرف سے آزمائش بھی۔ اس میں کامیابی کے لیے علم، بصیرت، صبر اور استقامت بہت ضروری ہیں۔

آخر میں یہ پیغام ہر سچے مسلمان کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

ہماری سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جس معاشرے میں بھی رہیں، وہاں اپنی دینی اور منہجی شناخت کو پوری وضاحت، مضبوطی اور امتیاز کے ساتھ قائم رکھیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ، دیگر مذاہب، ثقافتوں اور مکاتبِ فکر کے لوگوں کے ساتھ اچھے، تعمیری اور پُر امن تعلقات بھی استوار کریں۔

یہی وہ حکیمانہ توازن ہے جو ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے۔ اپنی شناخت پر کوئی سمجھوتہ کیے بغیر دوسروں کے ساتھ بہترین اخلاق اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا ہی دراصل اسلام

کی حقیقی تصویر پیش کرنا ہے۔ ہمیں اس نازک توازن کو سمجھنے اور اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پُرسوز دعائیہ کلمات:

اپنے خطاب کا اختتام کرتے ہوئے امیر محترم نے یہ دعا کی کہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے، انھیں حق کا سچا پیروکار بنائے اور حق کے واضح شعار اور شناخت کے ساتھ جینے کی توفیق دے۔

خصوصی طور پر انھوں نے دعا کی کہ اس متنوع وطن میں، جہاں مختلف مذاہب اور تہذیبیں ایک ساتھ بستی ہیں، اللہ تعالیٰ اہل توحید کو پورے ایمان، یقین، بصیرت اور اپنے مکمل امتیاز کے ساتھ دین پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسی حالتِ ایمان پر انھیں موت نصیب ہو۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

○○○○

ہماری اہم مطبوعات

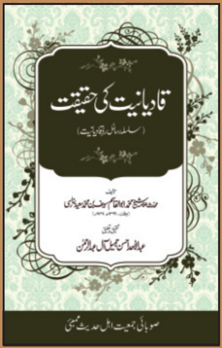

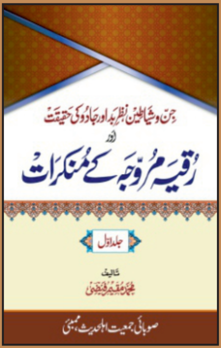

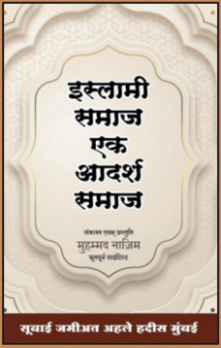

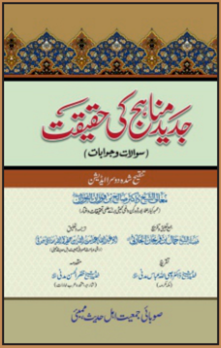

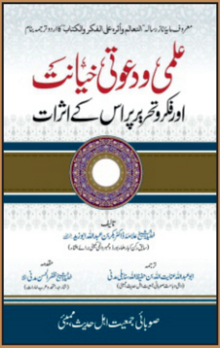

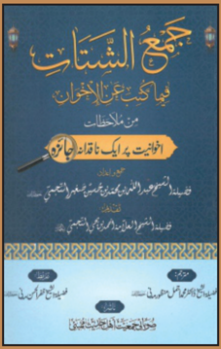

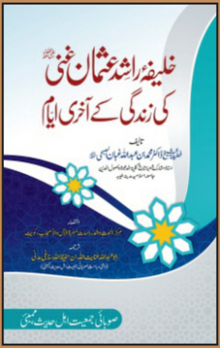

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

● Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com